إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ

شکر و سپاس خداوند رب العزت کہ ایں

مایۂ کرامت مسمّٰی بہ

شرف و شرافت

سنہ ۱۳۲۳ ھ

چکیدۂ قلم فیض رقم اوّاہِ حلیم حامیِ دینِ قویم

مولانا مولوی محمد ابراہیم کرنالی سلمہ اللہ تعالیٰ

بمطبع بلالی پریس ساڈھورہ مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وثناء خداوند پاک کیلئے جس نے تمام کائنات سے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسانوں میں سے ایمان اور اسلام والوں کو شرف واعزاز بخشا۔ انما المومنون اخوۃ اور لا تفشلوا فتذھب ریحکم کے ناطق احکام کے ساتھ سب مومنوں کو بھائی بھائی اور شیر وشکر رہنے کا ارشاد فرمایا۔ اور درود سلام حضرت رسولِ مقبول سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ اور اُن کے آل اطہار واصحاب کبار پر کہ حضور اکرم (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے تمام مطیع امتیوں کو اپنی آل ٹھیرایا اور عرب وعجم۔ احمر واسود کا فرق بالکل اُٹھایا۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ۔

امابعد بندۂ ہیچمدان کج مج زبان امیدوار رحمتِ ربِ کریم فقیر محمد ابراھیم بن شیخ محمد بن العابد الزاہد ابی العلے الحنفی القادری النقشبندی الکرنالی بخدمت ناظرین رسالہ ملتمس ہے کہ جب میں نے کتاب تفریح الاخوان لکھی اسمیں اپنے ہاتھ کے عمل سے معاش پیدا کرنے کی فضیلت اور پردہ کے مسئلہ کی تحقیق اور فخر بالانساب کی مذمت بھی لکھی تھی۔ مگر چونکہ تفریح الاخوان صرف ایک ہماری ہی قوم کے لئے مختص کتاب ہے اس لئے میں نے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ان مضمونوں کو

علیحدہ علیحدہ رسالوں میں درج کیا۔ ایک دلائل شریعت و دین در فضائل حرفہ و محترفین ہے۔ جو شرف المحترفین کے نام سے مشتہر ہوا ہے دوسرا فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب ہے۔ اور شرف بالایمان کی فضیلت۔ اور فخر بالانساب کی مذمت کے بیان میں یہ رسالہ۔ یہ تینوں رسالے علیحدہ اور مستقل رسالے کئے گئے۔ تاکہ ان سے تمام مسلمانونکو نفع ہو۔ اس رسالہ کا نام شرف و شرافت ہے۔ یہ رسالہ مشتمل ہے ایک مقدمہ اور تین باب اور ایک خاتمہ پر مقدمہ میں وہ امور مذکور ہیں جنکا اول جاننا ضروری ہے پہلے بابمیں فخر بالانساب کی مذمت ہے دوسرے بابمیں تکبر کی برائی تیسرے میں تواضع اور فروتنی کی فضیلت حقتعالےٰ اس تحریر میں مجکو راہ حق پر رکھے اور کجروی سے بچاوے۔ اٰمین یا خیر الحافظین برحمتہ سید الاولین والاخرین

مقدمہ

جن لوگوں کے مبارک نسب کا سلسلہ حضرت سید العالم (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تک پہنچتا ہے اُنکو دوسرے مسلمانوں پر (خواہ وہ حضراتِ صحابہ کی اولاد ہوں خواہ دوسرے مسلمان ہوں سب پر) فضل اور شرف ہے بشرطیکہ اونکے عقائد اہلِ سنت والجماعت کے طریقہ پر صحیح ہوں اور وہ شرک اور بدعتوں اور فسق و فجور سے مجتنب ہوں) اُنکی محبت حضرت رسولِ خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہے اور اُن کی دل آزاری باعث آزردگی حضور (علیہ السلام) و حق جل و علے شانہ ؎

اولادِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بعد خلفاءِ راشدین کی اولاد کو بھی (بشرط مذکور) دوسرے مسلمانوں پر فضل ہے۔ اسیطرح

باقی علما اور مشائخ و اولیاءِ کرام کی اولاد بھی اپنے اپنے درجہ میں ادب اور بزرگی کے لائق ہے۔

اگر مذکورہ بالا شرط کسی قوم سید کے شخص میں یا حضراتِ خلفائے راشدین اور علما و مشائخ کی اولاد میں سے کسی شخص میں نہ پائی جاتی ہو اور اُنہوں نے اہلِ سنت و الجماعت کے برخلاف عقیدہ اختیار کیا ہو۔ کفر شرک اور بدعتوں کی رسموں میں غرق یا فسق و فجور پر دلیر ہوں تو انہوں نے خود اپنے منتسب الیہم بزرگوں سے تعلق اور رشتہ قطع کر دیا ہے۔ اُنکو دوسرے مسلمانوں پر کسی نوع کا شرف رکھنے اور فخر کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

کتاب اللہ و احادیثِ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے کہ اُن عالی نسبوں کے صالح اور متقی لوگ بھی فخر بالانساب کرنے اور دوسرے مسلمانوں پر خیالی اور عملی (دونوں) طور پر کبر اور بڑائی رکھنے سے منع کئے گئے اور ہر ایک اہلِ اسلام کے روبرو نیک اخلاق اور تواضع و انکسار کے عامل رہنے پر مامور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک زمانہ کے علما اور صلحا عوام اور غریب اہلِ حرفت مسلمانوں کو عزیز سمجھتے اور کھلے طور پر انما المؤمنون اخوۃ[ع] کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ زمانۂ حال کے علما اور سچے مشائخ کا بھی تعامل اور برتاؤ ویسا ہی (سلف صالحین کا سا) ہے۔ مگر ہمارا روئے سخن اُن کور باطن جاہلوں سے ہے جو دنیوی دولت یا نسبی شرافت کے غرور اور دھوکے میں غرق اور علم و عمل سے بے بہرہ اور نحن[عت] ابناء اللہ و احباۂ کے دعویدار بنے بیٹھے ہیں۔

[ع] یعنی ٹھیک بات صرف یہی ہے کہ سب مومن (آپس میں) بھائی ہیں ۱۲ منہ [عت] یہود

جن یہودیوں کا یہ (نحن ابناء اللہ الخ) اصلی قول تھا وہ تو اپنے آپ کو بلکہ اپنے باپ دادونکو بھی دوزخ میں چند روز رہنے کے مستحق جانتے تھے - وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودة[1] - اور یہ جہلا الا ایاما معدودة[2] کو بھی ہضم کر کے اپنے لئے ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ حرام اور جنت واجب کئے بیٹھے ہیں اور دوسرے غریب اور اہلِ حرفہ مسلمانوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور ناشایستہ ذلت کے الفاظ اُنکے لئے استعمال کرتے ہیں - ہمکو اس رسالہ میں ایسے لوگوں کی تنبیہ اور نصیحت مقصود ہے -

پہلا باب

اس بیانمیں کہ حقتعالے نے تمام فضل اور شرف تقوے اور پرہیزگاری پر منحصر اور موقوف کہا ہے حسب اور نسب پر نہیں - اس بابمیں تین فصلیں ہیں

پہلی فصل

قرآن مجید کی آیتوں کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ حق سبحانہ وتعالے نے قوم اور قبیلے صرف اسلئے ٹھیرائے

[1] ترجمہ - اور (یہود نے یہ بھی) کہا کہ ہمکو دوزخ کی آگ نچھوویگی مگر چند روز (یعنی گوسالہ پرستی کی سزامیں) ۱۲ منہ رحمہ - [2] یعنی چند روز دوزخ میں رہنے کے اقرار کو ۱۲ منہ عفی عنہ

ہیں کہ آدمیوں کو آپس کی اور ایک دوسرے کی جان اور پہچان میں سہولت اور آسانی رہے۔ چنانچہ ہمنے کہا کہ زید اچھا طبیب ہے۔ یا عمرو اچھا سوار ہے اب زید اور عمرو نام کے ہزاروں شخص موجود ہیں۔ اگر مخاطب اُس زید طبیب اور عمرو سوار کو نہ جانتا ہو۔ تو اسکی شناخت کے لئے چند در چند خصوصیتوں سے کام چلتا ہے۔ جب اُن کے شہر اور قوم و قبیلہ کا علم مخاطب کو ہو جاویگا تو زید و عمرو میں تعیین ہو گی۔ پس قوم اور قبیلے صرف اس شناخت ہی کیلئے ہیں [لہ]۔ یہ نہیں کہ یہ فضل اور شرف کے رتبے اور درجے بنائے گئے۔ چنانچہ قرآنجید میں ارشاد ہوا۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ سورہ حجرات رکوع سوم۔

لہ اور ایسی شناخت سے صلہ رحمی کو مدد ملتی ہے ۱۲ منہ رحمہ

فضل اور شرف۔ بزرگی اور بڑائی تقوے اور پرہیزگاری پر موقوف ہے۔ چنانچہ اُسی آیت کا تتمہ ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ان اللہ علیم خبیر یعنی بیشک وبے شبہ زیادہ شریف اور بزرگ تو اللہ پاک کے نزدیک وہی ہے جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ تعالے دانا اور خبردار ہے (اُس نے اپنی دانائی سے پرہیزگاروں کو شرف دیا ہے)

اس آیت میں کریم اور شریف پرہیزگار ہی کو رکھا گیا ہے۔ جسقدر پرہیزگاری زیادہ اُسیقدر شرافت زیادہ۔

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "کہ ذات اور قوم کی بڑائیاں عبث ہیں صفت نیک چاہئے۔ بڑی ذات کس کام کی" اور اگر پرہیزگاری کے ساتھ کسیکا نسب بھی جناب رسول کریم

لہ ترجمہ۔ اے لوگو ہمنے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور قبیلے اسلئے ٹھیرا دیئے کہ آپس میں پہچان رہے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) یا خلفاء راشدین تک پہنچتا ہو تو سبحان اللہ وہ نور علیٰ نور ہے۔

اپنے آپ کو اچھا سمجھنے سے حق تعالےٰ منع فرماتا ہے کہ فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی۔ یعنی بس تم اپنے نفسوں کی پاکیزگی کے دعوے نہ کیا کرو۔ کیونکہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون پرہیزگاری کرتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بد اعمال کے سبب اُنکی اولاد سے بلکہ گھرانے سے خارج ٹھیرایا گیا اور حضرت نوح کو صاف جواب ملگیا کہ اسکو بیٹا نہ سمجھو انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ یعنی اے نوح وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے کیونکہ وہ بدعمل ہے۔

اگر ایمان سلامت ہے اور عقائد درست ہیں تو کچھ شرف اور بزرگی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ دیکھو۔ سورہ مومنون کے آخر میں ارشاد ہے کہ یوم ینفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتسائلون۔ اس آیت کو اخیر تک پڑھو اور دیکھو کہ نسب وحسب پر فخر اور گھمنڈ کرکے دین کے احکام سے بے پروا رہنے پر کیسی سخت وعید ہے۔ **ترجمہ** اُس کا یہ ہے۔ کہ جبدن صور میں پھونک ماری جاوی گی اُسدن نہ قرابتیں رہینگی نہ ایک دوسرے کو پوچھیگا۔ جنکا (نیک عمل کا) پلہ بھاری ہوگا وہی کامیاب ہونگے اور جنکا پلہ ہلکا ہوگا اُن کی جان کو نقصان ہے جہنم میں رہا کرینگے۔ آگ اُنکے چہرے جھلسے گی۔ اور وہ آگ میں بدشکل ہو جائینگے۔ اور ہم کہینگے) کیا ہماری آیتیں تمپر نہ پڑھی جاتی تھیں پھر تم اُنکو جھٹلاتے تھے۔ وہ کہینگے اے ہمارے رب ہم پر بدبختی چھا گئی تھی۔ اور ہم بہکول (یعنی نفس اور شیطان کے بہکائے ہوئے) تھے اے رب ہم کو اس (عذاب) میں سے نکالدے۔

اگر ہم پھر (ویسا ہی) کریں گے تو مجرم ہیں۔ خدائے تعالےٰ فرمائیگا اسی میں پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اور ہم سے نہ بولو کیونکہ میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جب مجھسے یہ دعا کرتا تھا کہ اُے ہمارے رب ہم ایمان لائے بس توہمکو بخشدے اور ہم پر رحم کر۔ تو سب مہروالوں سے بہتر ہے" تب تمنے اُن (میرے بندوں) کو مسخرے ٹھیرالیا تھا اور تم ان سے ہنسی کرتے تھے (وہ سہتے تھے) بیشک ہمنے آج اُنکو سہنے کا بدلا دیا وہ بیشک اپنی مراد پانے والے ہیں"

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ سورہ مؤمنون کے آخر کی آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ مورد کے خصوص سے حکم کا خصوص لازم نہیں ہے پس مورد اگرچہ خاص ہے حکم عام ہوگا۔ بیہقی اور طبرانی نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز حقتعالےٰ کے حکم سے ایک منادی کیجاویگی کہ اے حاضرین محشر میں نے ایک نسب مقرر کیا تھا (یعنی تقوےٰ اور پرہیزگاری) اور تمنے ایک نسب ٹھیرایا تھا (یعنے اپنے باپ دادوں کے ساتھ) میں نے زیادہ شریف وہ ٹھیرایا تھا۔ جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ تمنے اُسکو نہ مانا اور یہ ہی فخر رکھا کہ فلانے نسب والا شخص فلاں نسب والے سے بہتر ہے پس میں آج اپنے (مقرر کیئے ہوئے) نسب کو بلندی اور تمہارے نسب کو پستی دونگا (پھر پکارا جاویگا کہ) کدھر ہیں پرہیزگار لوگ۔ (آدیں اور انعام و عزت پادیں) کذا فی الطریقۃ المحمدیہ۔

جن لوگوں کو بزرگوں کی قرابت سے بزرگی خدائے تعالےٰ نے دی ہے اُنکے لئے نیکی کا ثواب اور نافرمانی کا عذاب بھی زیادہ رکھا ہے بحکم آنکہ ع نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔ اُنکو آداب شریعت کے ساتھ بہت سخت متادب رہنا چاہیے۔ دیکھو حضرات امہات المؤمنین کو قرآن مجید میں

ارشاد ہوا ہے۔ یانساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین وکان ذالک علی اللہ یسیرا۔ ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نوتہا اجرہا مرتین واعتدنا لہا رزقا کریما۔ یعنے اے نبی کی عورتو تم میں سے جو کوئی صریح بیحیائی کریگی اسکو دوچند عذاب ہوگا۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری اور نیک کام کریگی ہم اسکو اجر دوچند دینگے۔ اور ہمنے اُسکے واسطے عزت کی روزی رکھی ہے " اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا ہے کہ لاذقناک ضعف الحیاۃ الخ ذات خداوندی بہت بے پرواہ ہے اُسکو اپنی نافرمانی بہت ناپسند ہے۔

دوسری فصل

اخبار اور آثار کے بیان میں

مشکوٰۃ کے باب الایمان بالقدر میں حدیث طویل ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ چھ شخص ہیں ان پر میں نے لعنت کی اور خدائے تعالےٰ نے بھی اُنپر لعنت کی۔ پھر حضرت نے چار شخصوں کے بعد پانچواں شخص فرمایا کہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ۔ شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں کہ علامۂ طیبی اس مِنْ کو بیانیہ کہتے ہیں تو معنے یہ ہوئے کہ اور میرے قوم اور قبیلہ اور قرابت میں سے جو شخص کہ حلال کرنے والا ہو اُس چیز یا کام کا جسکو حرام کیا ہے حق تعالےٰ نے۔ پھر شیخ نے لکھا ہے کہ و اینجا تنبیہ است مر شرفاء و سادات را کہ گردِ محرمات نگردند و معصیت نورزند و ہتک حرمتِ سیادتِ

قرابتِ رسول اللہ صلعم نیسا یندو بد ال مغرور نشوندے

شرم از روئے خوبِ خویش بدار — کہ باآں روئے کارِ زشت کنی

عجب جلیل و جمیلی عجب ملیح و صبیحی — ولے چہ سود کہ قدرِ جمالِ خویش ندانی

محض شرفِ نسب کے خیال پر احکامِ الٰہی کی بے توقیری اور فرائضِ خداوندی کا ترک کرنا اور گناہ اور نافرمانی کے کام کرتے رہنا۔ نہایت بے باکی اور دلیری اور سخت غلطی ہے بلکہ شیطان کا بڑا دھوکا ہے۔ے

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

انسان کی شرافت اسی میں ہے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرے۔ے

شرفِ مرد بجود است وکرامت بسجود + ہرکہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ کہ وجود

اگر کلام اللہ شریف اور احادیث نبوی اور بزرگانِ دین کے اقوال واحوال دیکھیں تو جہالت کا پردہ اُٹھکر بصیرتِ حق بیں حاصل ہو۔ے

بروزے کز اعمال پرسند قول — الوالعزم راتن بلرزد ز ہول

بجائے کہ دہشت خورند انبیا — تو عذرِ گناہ راچہ داری بیا

اب مشکوٰۃ شریف اور طریقہ محمدیہ کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ متوجہ ہو کر گوش ہوش سے سنیں۔ حضرت سرورِ عالم علیہ الصلوٰہ والسلام فرماتے ہیں۔ ان اللہ قد اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وفخرھا بالاباء انما ھو مؤمن تقی او فاجر شقی الناس کلھم بنو آدم وآدم من تراب یعنی اللہ تعالےٰ نے دور کردیا تمسے جاہلیت کا تکبر اور اُسکا باپ دادوں کے ساتھ فخر کرنا آدمی (دو حال سے خالی نہیں) یا مومن پرہیزگار ہے یا فاجر بدبخت ہے (پس اگر وہ مومن پرہیزگار ہے تو اس فخر کی ضرورت کیا اور اگر فاجر

بدبخت ہے تو اُسکو باپ دادا کے کمال اور اعمال کار آمد نہیں لہذا ہر ایک صورت میں یہ فخر کرنا لغو ہوا) سب لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور حضرت آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں (تو سب کا نسب مٹی پر ختم ہوا۔ اور مٹی سب کی جدِّ امجد ہو گی)

اور فرمایا۔ لیس لاحد علی احد فضل الا بالدین وتقوی یعنی کسیکو کسی پر سوائے دیندار اور پرہیزگار ہونے کے اور کسیطرح کی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے۔

ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وانذر عشیرتک الاقربین تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریش اور بنی عبد مناف وغیرہ کے قبیلے جمع کر کے باآواز بلند سب کو نام بنام ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں کو خدا کے قہر اور جہنم سے بچانے کا خود فکر کرو۔ اور اسیطرح حضرت عباس اور صفیہ یعنی اپنے چچا اور پھوپھی کو بھی فرمایا۔ یہانتک کہ اپنی پیاری بیٹی کو فرمایا کہ یا فاطمۃ سلینی ما شئت من مالی فانی لا اغنی عنک من اللّٰہ شیئاً۔ یعنی اے (میری پیاری بیٹی) فاطمہ مال و دولت جو کچھ چاہے مجھسے مانگ لے مگر عتاب الٰہی کا مجھسے کچھ چارہ نہو گا"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں۔ المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ التقوی ھٰھنا ولیشیر الی صدرہ ثلث مرار بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ۔ یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ چاہئے کہ اُسپر ظلم نکرے نہ اُسکو رسوا کرے نہ اُس کی حقارت کرے پرہیزگاری اس جگہ ہے حضرت صلعم اپنے سینۂ مبارک کیطرف اشارہ کرتے تھے (اور

یہ فرماتے تھے۔ کہ ایمان اس جگہ ہے) آپ نے تین بار ایسا ہی کیا۔ (پھر فرمایا)
آدمی کی بدبختی کے لیے اتنا ہی بہت ہے۔ کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی
حقارت کرے۔ مسلمان کی ہر ایک چیز مسلمان پر حرام ہے اُس کا خون اور
مال اور آبرو۔

فائدہ

فائدہ۔ سینہ مبارک کیطرف ہاتھ کرنے سے اس بات کا اشارہ
تھا کہ اگرچہ ظاہر حالت میں کوئی خستہ اور غریب افلاس زدہ ہو مگر پرہیزگاری
اور محبت الٰہی کا محل دل ہے تمکو کیا خبر کہ وہ کیا معمور ہے۔ ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر — توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حضورِ انورؐ نے حضرت ابوذر غفاری رضؓ کو (جو جلیل القدر صحابی تھے)
فرمایا۔ انظر انک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوی
یعنی اے ابوذر دیکھ تو نہ کسی سرخ آدمی سے بہتر ہے نہ کسی سیاہ سے
مگر ہاں جبکہ تو اُس پر پرہیزگاری میں فضیلت اور بڑائی حاصل کرلیوے"۔
سرخ سے سید یعنی مالک مراد ہے اور سیاہ سے غلام۔ بعضوں کے قول
میں سرخ سے اہلِ عرب اور سیاہ سے اہلِ عجم مراد ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے۔
کہ فضیلت اور شرف صرف پرہیزگار ہونے پر موقوف ہے۔ مالک اور
غلام یا عربی اور عجمی ہونے پر موقوف نہیں۔ یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ کی تھیں
طریقہ محمدیہ میں بیہقی سے بروایت جابرؓ لکھا ہے کہ ایک روز ایام تشریق
میں حضورؐ نے وعظ فرمایا کہ اے لوگو! تم سب کا ایک خدا ہے۔ خبردار
رہو کہ نہ کسی عربی کو عجمی پر فضل ہے نہ عجمی کو عربی پر۔ نہ کسی سرخ کو سیاہ پر
نہ سیاہ کو سرخ پر مگر پرہیزگاری کرنے سے۔ تحقیق تم سب کا باپ ایک
ہے۔ تحقیق سب سے زیادہ شریف اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو زیادہ

پرہیزگار ہے۔ خبردار۔ یاد رکھو میں یہ حق بات پہنچا چکا۔ اور جو حاضر ہیں۔
اُنکو چاہیے کہ جو کچھ ہمسے سنا ہے۔ وہ دوسرونکو بھی پہنچا دیویں۔
پھر اُسی کتاب میں اسبابِ کبر و عجب کے بیان میں لکھا ہے (والثالث)
النسب والحسب والکبر بہما۔ ناش عن الجہل ایضاً لانہ تعزز بکمال
غیرہ ولذا قیل (شعر)

لئن فخرت بآباء ذوی شرف لقد صدقت ولکن بئس ما ولدا

وقال النبی صلعم من ابطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ۔ انظر الی ابن
آدمؑ قابیل۔ وابن نوحؑ کنعان ھل نفعہما نسبہما۔ ثم انظر الی
نسبک الحقیقی فان اباک القریب نطفۃ قذرۃ وجدک البعید
تراب ذلیل فکیف یلیق بک التکبر بالنسب۔" ترجمہ۔ تکبر کا
تیسرا سبب نسب و حسب ہے۔ اور انکی ساتھ تکبر کرنا بھی جہل ہی سے پیدا
ہوتا ہے کیونکہ یہ (نسب اور حسب پر تکبر کرنا) اپنے سوا دوسرے شخص کے
کمال سے معزز بننا ہے اسی لئے کسی نے۔ یہ (عربی) شعر خوب کہا ہے۔ جس کا
ترجمہ احقر نے اس شعر میں کیا ہے۔ ؎

کرے گر بیاں باپ دادونکا تو کہ تھے وہ سراسر بفضل و کمال
ترا قول سچ ہے ولیکن عزیز تو پیدا ہوا بے ہنر بد خصال

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے جسکو عمل نے پیچھے ڈالا اُسکو نسب کچھ بڑھا نہیں سکتا۔ تو آدمؑ
کے بیٹے قابیل کو اور نوحؑ کے بیٹے کنعان کو دیکھ۔ اُن کے نسب نے اُن کو
کچھ بھی نفع دیا؟ پھر اپنے حقیقی نسب کو دیکھ پس تحقیق تیرا قریبی باپ ایک ناپاک
نطفہ ہے اور اخیر درجہ کا تیرا پڑدادا ذلیل مٹی ہے۔ پھر تجھکو نسب پر تکبر کرنا
کس طرح لائق ہے"

صرف یہ دیکھ کر کہ ہمارے بزرگوں میں سے بڑے جلیل القدر عالم فاضل یا صاحب کرامات اولیاء ہوئے ہیں یا ایسے باہیبت وشوکت بادشاہ اور نواب گذرے ہیں۔ اور اسی سے خوش ہوکر بغلیں بجانا۔ اور اسی پر مغرور رہنا عبث اور لغو اور محض بے فائدہ ہے۔ چاہیئے کہ آپ خود بھی ویسا بننے کی کوشش کریں۔ اور ویسے بنیں۔ ورنہ بجائے اسکے کہ فخر کیا جائے۔ آنکھوں سے خون برسانا چاہیئے۔ کہ ہمارے بزرگ ایسے نیک نام تھے۔ اور ہم کیسے بدنام نالائق ہوئے۔

آں سلف را ما خلف باشیم ننگِ دوماں وادریغا اے سپہر و صد دریغا اے زمیں

اگر ہم فخر کر سکتے ہیں تو صرف اپنے ہی کمال پر ورنہ ایسا شخص بجز بدنام کنندہ نکو نامے چند کہلانے کے کسی تعریف کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

ان الفتی من یقول ھا انا ذا لیس الفتی من یقول کان ابی

یعنی تحقیق جوان مرد وہ شخص ہے جو کہے لیجئے میں خود ایسا ہوں اور وہ شخص جوانمرد نہیں ہے جو کہے کہ میرا باپ ایسا تھا۔

ایک بزرگ کا خیال اور غالباً نیک اور بالکل صحیح اور درست خیال ہے (بحسب قول مشہور کہ اصل سے خطا نہیں اور کم اصل سے وفا نہیں) جو لوگ کہ غریبوں اور اہلِ حرفہ مسلمانوں کو چشمِ حقارت سے دیکھتے اور مکروہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں ضرور خود انکے نسب میں کوئی قصور ہوگا۔ ورنہ شریف لابوین اور نجیب الطرفین سے ہرگز ایسا عمل صادر نہیں ہوسکتا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے نسب کو اپنے نسب سے ملائکہ نے کم نہیں کہا اور آنجناب پر طعن نہیں کیا۔ صرف ابلیس لعین (جو ملائکہ سے نہتھا اور عارضی طور پر ملائکہ میں شامل اور شمار تھا) اُس نے اپنے نسب پر فخر کیا۔ اور حضرت آدم (علیہ السلام)

کے نسب کو عیب لگایا کہ انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔
یعنی (اے خداوند پاک! میں اس آدمؑ کو سجدہ کا قبلہ کیوں بناؤں) میں اس سے بہتر ہوں۔ (کیونکہ) تو نے مجکو آگ سے پیدا کیا ہے (تو میرا نسب اُس سے عالی ہوا) اور اُسکو تو نے مٹی سے پیدا کیا (اسلیئے اُسکا نسب کمتر ہوا) ابلیس کے اس فخرِ نسب کا نتیجہ سب کو معلوم ہے کہ اُس کو طوقِ لعنت ابد الآباد کیلئے نصیب ہوا۔

تیسری فصل

شرافت کی تحقیق میں حضراتِ فقہا اور دانا علما وغیرہم کے اقوال ہیں۔

فتاوائے عالمگیریہ میں تعزیر کے بیان میں لکھا ہے کہ تعزیر (بموجب اقسام اشخاص کے) چار قسم پر ہے (اوّل) اشرف الاشراف لوگوں کیلئے (یعنی اُن لوگوں کیلئے جو کہ سب اشرافوں میں بڑھکر اشراف ہیں) اور وہ علماء اور علوی لوگ ہیں۔ ان دونوں کیلئے تعزیر صرف یہ ہے۔ کہ قاضی اُن کو کہے کہ مجکو خبر ملی ہے کہ تم نے ایسا کام کیا (دوسرے) اشراف لوگوں کی تعزیر اور وہ امیر لوگ (جن میں نواب اور وزیر سب شامل ہیں) اور دہقان (یعنی زمیندار اور کاشتکار اور گاؤں کے چودھری ور باسلیقہ نمبردار) اُن کی تعزیر اسی قدر ہے۔ کہ ان کو مطلع کیا جاوے۔ یا عدالت تک طلب ہوں۔ یا اُن پر نالش کا ہو جانا۔ (تیسرے) اوسط درجے کے لوگ۔ اور وہ بازار کے سوداگر اور دوکاندار ہیں۔ اُن کیلئے تعزیر مطلع کرنے اور کھینچا کھینچائی اور حوالات کے ساتھ ہوتی ہے۔ (چوتھے) کمینے اور اوباش لوگ (یعنے جو کہ حیا شرم سے کچھ سروکار نہیں رکھتے) اُن کی تعزیر تمام مذکورہ بالا طریقوں

کے ساتھ۔ یا مارپیٹ کے ساتھ جسطرح حاکم مناسب جانے کرے۔

دیکھو اول درجہ پر علما اور علویونکو اشرف الاشراف قرار دیا گیا ہے۔ اور علما خواہ وہ کسی ہی قوم اور قبیلہ اور ذات اور گروہ کے ہوں) علویونکے مثل ور اشرف الاشراف سمجھے گئے ہیں۔ اور زمیندار و کاشتکار (خواہ کسی قوم کے ہوں) ۔ دوسرے درجہ پر امیروں اور وزیروں کیطرح اشراف ٹھیرائے گئے ہیں۔ اور بازاری دوکاندار خواہ کسی قوم و قبیلہ کے ہوں۔ انکے بعد تیسرے درجہ پر رکھے گئے۔ اسیطرح تمام کتب فقہیہ میں مذکور ہے۔ اب ہم وہ عالمانہ شبہہ کو بھی رفع کردینا مناسب جانتے ہیں۔

بعضے اہلِ علم حضرات ایک آیت اور ایک حدیث پڑہکر فخر بالانساب کیا کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اُس آیت اور حدیث سے سب کامل الایمان لوگوں کی ذرّیت کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ضرور ہے۔ مگر وہ خوشخبری تمام مؤمنونکی ذریت کے لئے ہے۔ خواہ کسی ہی قوم اور قبیلہ کے ہوں۔

اُس آیت اور حدیث میں کوئی خوشخبری بادشاہوں اور امیر و وزیروں اور نوابوں کی اولاد کیلئے نہیں ہے۔ صرف مؤمنوں کی اولاد کیلئے ہے۔ وہ مؤمن امیر ہوں خواہ فقیر۔ اور صرف اُس اولاد کیلئے ہے جو ایمان اور عقائدِ اسلام میں اپنے مؤمن بزرگونکی تابع ہو۔ وہ اولاد اگرچہ شامتِ نفس سے کچھ گناہوں میں مرتکب بھی مرجاوے تب بھی مؤمن کی اولاد ہونا انشاء اللہ تعالےٰ بروز قیامت اُن کو فائدہ مند ہوگا۔

اور اُس آیت اور حدیث سے نسب وحسب کے ساتھ فخر کرنے اور عالی نسب وحسب ہونے کے بھروسہ پر عقائد اسلام ترک کرنے۔ رسوم کفر و شرک اور بدعتونکا مرتکب اور فسق و فجور میں مبتلا رہنے۔ اور سوائے معدودے چند خاندانوں کے دوسرے اور عام غریب اور اہلِ حرفہ مسلمانوں کو ذلیل اور

حقیر جاننے اور اُن پر تکبر اور نخوت رکھنے کا جواز ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔
اب ہم اُس آیت اور حدیث کو لکھتے ہیں دیکھو اُن سے ہمارا مذکورہ بالا مدعا ثابت ہوتا ہے یا تمہارا باطل دعوے۔ آیت یہ ہے والذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا ہم ذریتہم وما التنا ہم من عملہم من شئ۔ ترجمہ جو لوگ کہ ایمان لائے۔ اور اُنکی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان میں۔ ملادینگے ہم اُن (باپوں) سے اُنکی اولاد کو۔ اور کم نکرینگے ہم اُن (باپوں) کے اعمال سے کچھ۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رح رسالہ مناقب الانصار میں اس آیت کو کامل الایمان مؤمنوں کی مؤمن مختلط الاعمال اولاد کے حق میں فرماتے ہیں۔ جنکا ذکر اس دوسری آیت میں ہے الذین خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئاً یعنی جن لوگوں نے نیک اور بد اعمال مخلوط کئے عسیٰ اللہ ان یتوب علیہم ان اللہ غفور رحیم۔ یعنی امید ہے کہ اُنکو حقتعالے بخشدیوے۔ خدا غفور اور رحیم ہے۔
اور وہ حدیث یہ ہے۔ کہ رسول مقبول (علیہ الصلواۃ والسلام) نے فرمایا۔ حقتعالے بزرگ مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کیلئے اُن کی اولاد کو (باپوں کے) بلند درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔ اگرچہ اس اولاد کے عمل اپنے باپوں سے کمتر ہوں۔
قاضی صاحب اس حدیث کے بعد وہ پہلی آیت لکھ کر فرماتے ہیں کہ دریں معنے ایمان اولاد را حق تعالے شرط گردانیدہ۔ پس اس آیت اور حدیث سے وہی مطلب اور مدعا ثابت ہوتا ہے جو کچھ ہمنے لکھا ہے۔ لاغیر۔ والحمد للہ علے ذالک۔
دوسرا شبہہ یہ ہے کہ اگر نسب کو شرافت میں شرعاً فوقیت نہیں ہے

تو نکاح کے بارہ میں کفو ہونے کا لحاظ کیوں ہے" اسکا جواب اول یہ ہے کہ نکاح میں کفائت کا اعتبار اسلئے ہے کہ قوم اور قبیلے ٹھیرانے سے جو اصلی غرض ہے یعنے شناخت اور تعارف قائم رہے اگر کفاءت کا لحاظ نہ رہے گا تو یہ غرض فوت ہو جاوے گی (دوم) حُبِ جاہ! اور مال و دولت و حسن جمال و علم و عقل اور خُلق و عادت۔ نسب وحسب۔ طاقت وقوت۔ خدم وحشم یہ تمام تکبر کے اسباب ہیں۔ جو انسان کی طبیعت میں گھر کر ہی لیتے ہیں۔ پس شوہر اگران میں سے اکثر امور میں بیوی کا کفو اور ہمسر نہ ہوگا۔ تو موافقت میں خلل رہیگا۔ اور اسلام مخالفت کی بیخکنی چاہتا ہے۔ اسلئے نکاح میں کفاءت کا لحاظ رکھا گیا (سوم) یہ ہے کہ کفاءت کا نکاح میں لحاظ تمام علماء امت کا متفق علیہ حکم نہیں ہے۔ بقولِ شامی امام مالک اور سفیان ثوری اور ہمارے علماء حنفیہ میں سے بھی امام حسن کرخی اور امام ابوبکر جصاص (رحمہم اللہ تعالٰی) کے نزدیک یہ بالکل ہی معتبر نہیں ہے۔ مگر ہمارے علماءِ حنفیہ میں سے اکثر نے اسکو ملحوظ رکھا ہے۔ اور یہی ظاہر الروایت اور معمول بہا ہمارے مذہب میں ہے۔

اور اگر بغور دیکھا جاوے تو کفاءت کا لحاظ (جیسا کچھ فقہا نے معتبر رکھا ہے) ہمارے مدعا کو کچھ مضر نہیں ہے۔ وہاں بھی ذاتی اور شخصی لیاقت اور بزرگی کو نسبی شرف و شرافت سے برتر اور قوی تر رکھا گیا ہے عالمگیری میں ہے الکفاءة تعتبر فی اشیاء منها النسب۔ قالوا الحسیب کفو للنسیب حتی ان الفقیه یکون کفوا للعلویة وفی الینابیع والعالم کفو للعربیة والعلویة۔ یعنی شخصی لیاقت اور خوبیونکا آدمی (خواہ وہ کسی نسب اور قوم کا ہو) کفو ہے اعلےٰ نسب کی عورت کا۔ یہانتک کہ

عالم کفو ہے عربی اور علوی عورت کا۔" اسکے مخالف قول کو بلفظ اصح بیان کیا ہے۔ اور یہ مقرر شدہ بات ہے کہ صحیح مقدم ہے اصح پر۔ اور درمختار وشامی میں یہ بھی موجود ہے کہ فاسق یعنی بدکار شخص (خواہ وہ کیسا ہی عالی نسب ہو) کسی (ادنٰے نسب کی) نیک عورت کا اور نیک مرد کی بدکار بیٹی کا کفو نہیں ہے۔"

بہر حال علم اور پرہیزگاری کو جو شرف اور بزرگی حاصل ہے۔ وہ کسی دوسری بات کو حاصل نہیں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ (اُن ضعیف الایمان لوگوں کے اطمینان اور غیرت دلانے کے لئے جنکو نصوصِ شرعیہ اور تصریحاتِ فقہا سے چنداں دلچسپی نہیں ہے اور دنیاداروں کے کلام پر اُن کو زیادہ تر وثوق اور اعتماد ہے) کتاب آئین اکبری کی بھی ایک عبارت لکھدوں۔ جس سے زراعت کرنیوالوں کا اشراف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ آئین اکبری کی جلد دوم صفحہ ۲۵۰ کے اندر شرافت کے بارہ میں لکھا ہے "نخستین اشرفِ اشراف۔ یعنی حکما وسادات واتقیا۔ دوم اشراف وآں عبارت از امرا وکشاورزاں وامثالِ آں باشد۔ سوم اوساط وآں را در محترفہ اہلِ بازار منحصر دانند۔ چہارم ادانی کہ بہ پایۂ اینان نرسند مانند پاجیان دہرزہ گردان۔"

اس عبارت کو بنظرِ غور وانصاف دیکھنا چاہئے۔ کہ اول درجہ پر شریف حکما اور سادات اور اتقیا رکھے ہیں اور انکو اشرفِ اشراف یعنے سب شریفوں سے بڑھکر شریف لکھا ہے۔ اور حکما سے عالم[1] اور دانشمند

[1] ہمنے حکما کی تفسیر علما کے ساتھ اسلئے کی ہے کہ شامی اور عالمگیری وغیرہ کتب فقہ کی فصل

لوگ مراد ہیں۔ جنکو علومِ عقلیہ ونقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل ہو ان کے بعد سادات عظام ہیں (یعنی آلِ رسول علیہ وعلےٰ آلہ الصلوۃ والسلام جنکو اتباعِ شرعِ شریف میں ثابت قدمی حاصل ہو) پھر پرہیزگار لوگ۔

دیکھو کہ اس میں حکما اور اتقیا کو کسی خاص قوم اور ذات کی ساتھ مخصوص اور مقید نہیں کیا گیا۔ خواہ کسی قوم کے لوگ حکما اور پرہیزگار ہوں۔ وہ آئین اکبری کی تحریر کے بموجب اشرفِ اشراف یعنی شرافت میں درجہ اول اور سب سے زیادہ شریف سمجھنے چاہئیں۔ یہانتک کہ اُن کو اس اشرفِ اشراف کے درجہ میں سادات اور اتقیا سے مقدم بیان کیا ہے۔ پھر اس درجہ اول کے بعد دوسرے درجہ پر امیروں اور زراعت پیشہ لوگوں کو رکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب معاملات دنیاوی کی ہے۔ اور دنیا میں عزت اور شرف مال ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا امیروں کو اشراف لکھا اور مراد اس سے وہی دنیاوی شرافت ہے۔ اور اس دوسرے ہی درجہ میں زراعت پیشہ لوگ بھی رکھے گئے اور فی الواقع بھی یہ لوگ حکما اور سادات اور اتقیا سے دوسرے ہی درجہ میں شمار ہونے چاہئیں۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی شخص تحصیل علوم کرے یا زہد وتقوےٰ اختیار کرے گا۔ تو وہ درجہ اول میں داخل ہو جاوے گا۔ پھر بازار کے سوداگروں اور اہلِ حرفت لوگوں کو تیسرے درجہ پر رکھا ہے۔ چنانچہ اکثر علما کا اتفاق بھی تجارت سے زراعت کے افضل ہونے پر ہے۔ اور دوسرے اہلِ حرفت باتفاق واجماعِ کل فقہا اہلِ زراعت سے کم درجہ پر ہیں۔ لہذا آئینِ اکبری کا یہ لکھنا بھی موافق کتبِ دینیہ کے ہے۔

حضرت استاد مصلح الدین سعدی شیرازی بھی اپنی کتاب

گلستاں میں آپ کا دماغِ جان معطر کرنے کے لئے چند گلدستے چھوڑ گئے ہیں۔ غالباً آپ کی خدمت میں ابھی نہیں پہنچے ہیں پیش کرتا ہوں۔

پہلا۔ اعرابی را دیدم کہ پسر را میگفت اے پسر ترا پرسند روزِ قیامت کہ ہنرت چیست و نگویند کہ پدرت کیست۔

دوسرا۔ قطعہ

جامۂ کعبہ را کہ مے بوسند | اونہ از کرم پیلہ نامی شد
با عزیزے نشست روزے چند | لاجرم ہمچو او گرامی شد

تیسرا۔ خاکستر نسبتے عالی دارد کہ جوہر علویست ولیکن بنفس خود ہنرے ندارد و با خاک برابراست۔ قیمت شکر نہ از نے است کہ آں خود خاصیت ویست۔

چوتھا۔ مثنوی

چو کنعاں را طبیعت بے ہنر بود | پیمبر زادگی قدرش نیفزود
ہنر بنما اگر داری نہ گوہر | گل از خارست و ابراہیم از آزر

دو گلدستے مولانا جامی (علیہ الرحمۃ) کے بھی ہدیۂ نظرِ جناب کرتا ہوں۔

پہلا۔ شعر

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی۔ کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

دوسرا۔ اپنے فرزند کو نصیحت میں لکھتے ہیں۔ شعر

چو ناداناں نہ دربندِ پدر باش | پدر بگذار و فرزندِ ہنر باش
چو دود از روشنی نبود نشاں مند | چہ حاصل زانکہ آتش راست فرزند
مکن یادش مگر در صوتِ خاص | کہ سازی یادش از تکبیر و اخلاص

دو گلدستے اور بھی بعضے بزرگوں کے لیجئے۔

پہلا۔ شعر

تواضع از بجا بتہا دلیل است خمیدن کارِ شمشیر اصیل است

دوسرا۔ شعر

نشانِ حسبِ ترکِ ما و منی است زخود گر نیارد گذشتن دنیست
ز آبا نگردد نسب مکتسب کند رفعتِ نفس عالی نسب

حقتعالےٰ چشم بینا۔ جان آگاہ۔ دل بیدار عطا فرماوے۔ اللھم آمین۔

دوسرا باب تکبّر کی مذمت میں

اس باب میں چار فصلیں ہیں

پہلی فصل

تکبّر کے معنے اور تشریح

خود پسندی یعنی اپنے آپکو پسند کرنا اور اچھا جاننا جو منع ہے وہ دو قسم پر ہے۔ ایک[۱] یہ کہ محض اپنی کسی خوبی پر خوش ہو۔ بدون اسکے کہ اُس خوبی کو حقتعالےٰ کا عطیہ جانے اور شکر کرے اور بدون اسکے کہ کسی دوسرے سے اپنے آپ کو بڑا جانے۔ اس کو عربی میں عُجب کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا جانے۔ اس کو تکبر کہتے ہیں عُجب اور تکبر دولوں دلکی بیماریوں میں سے دو بیماریاں ہیں[۲] لفظ تکبر کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنے بڑائی کے ہیں۔ اور تکبر[۱]

کے معنے خود کو دوسروں سے بڑا جاننا اور دوسروں پر بڑائی کرنا۔ اور متکبّر کے معنے تکبر کرنے والا۔ اور جس سے خود کو اچھا جانے یا جسپر بڑائی کرے اسکو متکبّر علیہ کہتے ہیں۔ تکبّر حرام ہے اور آدمی کی بہت بڑی ذلیل خصلت۔

دوسری فصل

تکبّر کی قسموں اور مذمّت کا بیان

تکبّر تین قسم پر ہے۔ ایک اللہ تعالےٰ پر تکبّر کرنا۔ دوسرے حضرت رسول (علیہ السلام) پر۔ تیسرے اور مخلوق پر۔

حقتعالےٰ پر تکبّر کرنا دوسری دونو قسموں سے بدتر ہے جیسے نمرود اور فرعون نے کیا نمرود خدا سے لڑنے کے سامان کرنے لگا تھا۔ اور فرعون نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔

رسولؐ پر تکبّر کرنا بھی تیسری قسم کی نسبت زیادہ تر عیب اور بیماری ہے۔ متکبر جب متکبر علیہ سے حق بات سنتا ہے تو نفرت کرتا اور منہ پھیر لیتا ہے۔ اس کی مذمت کے لئے یہ دو ہی آیتیں کافی ہیں۔

(اول) ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وکذالک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار۔ یعنے حقتعالےٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ زمین میں تکبّر کرتے ہیں اُنکو ہم اپنی آیتوں کے سننے یا سمجھنے سے محروم رکھتے ہیں! ور اللہ ہر ایک متکبر کے دلپر مہر لگاتا ہے۔

(دوم) ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ یعنے ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور اپنے آپکو بڑا جانا اور اس انکار اور تکبر کے سبب کافروں

میں سے (ایک کافر) ہوگیا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حقتعالےٰ فرماتا ہے کہ تکبّر میری چادر اور بڑائی میری ازار ہے (یعنے یہ خاص میرا لباس ہے) پس جو کوئی اس سرکاری لباس کو لیکر خود پہنے گا حقتعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اُسکو جہنم میں ضرور ہی ڈالوں گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جسکے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا جنت میں نہ جاوے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو کوئی تکبّر اور خیانت اور قرض سے پاک صاف مرے گا وہ سیدھا بہشت میں جائیگا

نیز حدیث شریف میں ہے کہ تین شخص ہیں کہ حقتعالےٰ قیامت کو اُن کی شکل دیکھنے سے بیزار ہوگا۔ اور اُنکو بَری نہیں کریگا۔ اور انکے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔ بوڑھاپے میں زنا کرنیوالا جھوٹھا بادشاہ۔ تکبر کرنے والا مفلس۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کا حال بیان فرمایا کہ وہ ازار (یعنے تہبند یا پاجامہ) تکبر سے (اسقدر نیچا رکھتا تھا کہ اگر ہاتھ میں اُٹھاکر نہ چلتا تو زمین پر) گھسیٹتے چلتا تھا (اُسپر ایسا عتاب الٰہی ہوا کہ) زمین میں دھنسایا گیا۔ روزِ قیامت تک نیچے اُترتا چلا جاویگا۔

تیسری فصل

تکبّر پیدا ہونے کے اسباب کے بیان میں

تکبّر پیدا ہونے کا اصلی سبب جہالت ہے۔ جب آدمی کو ایک قسم

کی جہالت اور نادانی گھیرتی ہے تو اُس کے دل میں سات چیزوں سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے وہ ساتوں چیزیں اس ایک شعر میں مذکور ہیں۔ شعر

جمال و مال و قوت عبادت خدم اور علم اور نسبی شرافت

(اول) سبب علم ہے یعنی کسی عالم کو اپنے علم پر تکبر ہونا۔ یہ مرض سخت تر اور اسکا علاج نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ علم پڑہنا تو فرض ٹھیرا اور پڑھنے پڑھانے کی فضیلتیں اور اُسکے ثواب اور درجے قرآن و حدیث میں بیشمار موجود۔ اور عند اللہ و عند الناس اس کی بزرگی ظاہر ہے۔ پس تکبر کے اندیشہ سے یا کسی اہل علم میں تکبر پیدا ہو جانے سے یہ علاج تو تجویز ہی نہیں ہو سکتا کہ علم اور پڑہنا پڑہانا چھوڑا جاوے۔

ہاں یہ دو نسخے اس مرض کو فائدہ مند ہیں۔ اول یہ سمجھنا کہ فضیلت صرف اُسی علم کو ہے جس میں نیت نیک اور علم پر عمل ہو اور خالصاً خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے پڑھنا پڑھانا ہو۔ اگر علم کے ساتھ نیک نیتی اور عمل اور خلوص نہو تو وہ علم بجائے فضیلت کے نہایت درجہ کا کمینہ پن اور ذلت کا باعث ہے اور ایسا عالم جاہل سے زیادہ ذلیل ہے اور اُس سے زیادہ تر سخت عذاب کا مستحق۔ چنانچہ ایسے علما کی مذمتیں حدیثوں میں اس طرح پر وارد ہوئی ہیں۔

(۱) ایسے عالم کو جہنم میں اپنا ٹھکانا تلاش کر لینا چاہئے۔

(۲) اُسکو بہشت کی بو بھی نہ پہنچے گی۔

(۳) اُسکے منہ میں آگ کا لگام ڈالا جاویگا۔ اور منادی کیجاویگی کہ اسنے علم میں بخل کیا تھا۔ دنیوی طمع میں رہا۔ علم کا لوگوں سے بدلا لیا۔ اس عالم کا میدان قیامت میں حساب سے فراغت ہونے تک یہ ہی حال رہیگا

(۴) دوزخ میں اُسکے پیٹ سے انتڑیاں نکل پڑیں گی - اُن کو کھینچتا ہوا چکر کاٹے گا -
(۵) اُسکے ہونٹھ مقراض سے کترتے جائیں گے
(۶) اُس کو بت پرستوں سے بھی زیادہ سخت عذاب ہوگا -
(۷) ارشاد ہوا ہے ایسے عالم پیغمبروں کے خائن ہیں تم ان سے بچو -
(۸) وہ تمام جہان کے لوگوں سے بدتر ہیں -
(۹) اُن کی بدبو سے بھی دوزخیونکو ایک بڑا عذاب ہے
(۱۰) جو شخص کہے کہ میں عالم ہوں - وہ حقیقت میں جاہل ہے -
جب کوئی عالم غور اور انصاف کی نظر اپنے حال اور اعمال پر کرے اور یہ آفتیں اپنے اندر اور اُنکے بد نتیجے اپنے لئے دیکھے اور سمجھے تو امید ہے - کہ اس مرض سے نجات پاوے - اور اگر پھر بھی مرض میں مبتلا رہے تو اسکے علم کو محض جہل سمجھنا چاہئے -
دوسرا نسخہ یہ ہے کہ اس بات کو سمجھے کہ بندوں کو تکبر حرام ہے اور یہ صرف خداے پاک ہی کی شان کو زیبا ہے -
علم سے خدا کا خوف - اور تواضع وانکسار پیدا ہونے چاہئیں - خیال کرے کہ حضراتِ انبیا اور صلحا کسقدر متواضع اور مسکین الطبع ہوتے ہیں - جب کسی گنہگار کو دیکھے - اگر وہ جاہل ہے تو دل میں کہے کہ یہ بے علمی سے گناہ کرتا ہے اور میں باوجود علم کے - اگر گنہگار عالم سامنے آوے تو کہے کہ اسکو مجھسے زیادہ علم ہے - میں اسکے رتبے کو نہیں پہنچتا - بڑی عمر والے کو دیکھکر کہے کہ یہ مجھسے پہلے سے عبادت کر رہا ہے - اپنے سے کم عمر شخص کو کہے کہ میں اس

معلوم کا فکر کرنا چاہیے۔ اپنے ہمعمر گنہگار کو دیکھکر کہے مجکو اپنا حال بد معلوم اُسکا نا معلوم ہے۔ بدعتی اور کافر ومشرک کو دیکھے تو کہے کہ کیا معلوم ہے۔ اُسکا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اور میرا اسی بد حالتمیں۔ کُتّے اور خنزیر وغیرہ کو دیکھکر کہے کہ اس نے گناہ نہیں کیا۔ عذاب الٰہی سے بری ہے اور میں نے گناہ کئے۔ میں عذاب کا مستحق ہوں۔

(دوسرا) سبب عبادت ورپرہیزگاری ہے بعضے عابد اور پرہیزگار لوگ (فاسقوں پر بلکہ اُن پر بھی جو اِن کے برابر نفل نہیں پڑہتے یا شبہات اور فضول باتوں سے نہیں بچتے) تکبر کیا کرتے ہیں۔ اُن کے مرض کے لئے بھی دو علاج ہیں اول اُنکو سمجھنا چاہیئے۔ کہ تقوے اور عبادت کے بہت شرائط اور ارکان اور سنن ومستحبات وآداب اور مفسدات اور مکروہات ہیں۔ بہت چیزوں سے تقوے وعبادات حبط اور باطل ہو جاتے ہیں۔ اور نیت نیک اور اخلاص ضروری امور ہیں۔ اور ہم جیسوں سے اُن سب کی پابندی ورحفاظت اور رعایت مشکل بلکہ قریباً محال ہے۔

دوسرا نسخہ وہی ہے جو پہلے مرض کا دوسرا نسخہ تھا۔

(تیسرا) سبب نسب وحسب ہے۔ اسکا بیان باب اول میں مفصل ہو چکا

(چوتھا) سبب حسن اور جمال ہے۔ اس سے بھی یہ مرض پیدا ہوتا ہے اور عورتونکو زیادہ ہوتا ہے۔ اس مریض کو سمجھنا چاہیے کہ حسن بہت جلد زوال پکڑتا ہے۔ اپنی حقیقت کو سمجھے کہ ناپاک نطفہ نے پیشاب کے راستے چند بار طے کئے۔ حیض کے خون میں ملا۔ اُسی کی غذا سے شکم میں پرورش پائی اپنے پیٹ اور انتڑیوں اور مثانے اور ناک اور کان میں سوچے کہ کیا بھرا ہوا ہے۔ منہ میں تھوک ہے۔ بدن پر اور بغلوں میں میل کچیل اور جوئیں۔

اور سمجھے کہ فصد اور جلاب سے تمام حسن خراب ہو جاتا ہے۔

(پانچواں) سبب طاقت اور قوت ہے۔ سوچے کہ گدھا اور بیل بھینس اور اونٹ و ہاتھی وغیرہ مجھ سے زیادہ قوی ہیں۔ ایکدن کے تپ وغیرہ سے طاقت سلب ہو جاتی ہے۔

(چھٹا) سبب مال و دولت ہے۔

(ساتواں) سبب۔ کنبہ قبیلہ۔ اولاد اور نوکر اور غلام باندی اور خدمتگار ہیں اور بادشاہوں اور امیروں کا تقرب۔

تکبر کی یہ دونو قسمیں بہت ہی بیہودہ اور فضول قسمیں ہیں۔ کیونکہ (۱) اپنے جسم اور اختیار سے یہ سب چیزیں خارج ہیں۔ (۲) ان میں مسلمانوں کی کچھ خصوصیت نہیں۔ یہود نصاریٰ۔ کافر مشرک۔ ہندو۔ بت پرست وغیرہ سب ان میں شریک ہیں۔ (۳) انکو بگڑتے اور جاتے دیر نہیں لگتی۔ مال تلف ہو جاوے یا اُس کے آدمی نہ رہیں اور جن پر بھروسا ہے وہ مرجاویں تو ابھی یہ متکبر شخص ذلیل اور خوار رہجاوے۔

کبھی تکبر کے چار اور بھی سبب ہوتے ہیں۔

(اول) کینہ۔ مثلاً کسی اپنے برابر یا اپنے سے زیادہ رتبہ والے شخص سے کچھ دل میں کینہ بیٹھا ہوا ہے۔ اور نفس اُس کیواسطے تواضع اور فروتنی پسند نہیں کرتا خواہ وہ حق پر بھی ہو اور اسکی خیر خواہی کرے تو یہ اس کینے کے باعث روگرداں اور متنفر رہے۔ اور امر حق کے ماننے سے بھی سرکشی اور ہر ایک کام میں اُسپر سبقت لیجانے کی کوشش کرے۔

(دوم) حسد۔ اس سے بھی محسود علیہ پر تکبر ہو جاتا ہے اور اُس سے امر حق کو قبول نہیں کرنے دیتا۔

(سوم) ریا۔ بعضے وقت اپنے سے افضل شخص کے ساتھ لوگوں کے روبرو مباحثہ کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ یہ مجھسے افضل ہے۔ اور کوئی دشمنی یا حسد بھی موجود نہیں ہے۔ لیکن صرف اسلئے کہ لوگوں میں میری بڑائی ثابت ہو اُس کی حق بات کو بھی نہ مانے اور تکبر کرے۔ اور یہ مباحثہ صرف لوگوں کے سامنے ہو۔ تنہائی ہو تو اُس شخص پر تکبر نہ کرے بلکہ خلق اور تواضع سے پیش آوے۔

ان تینوں قسم کے مرض تکبر کا یہ علاج ہے کہ اپنے دل میں انصاف کرے اور یقین رکھے کہ تمام بھلائی بُرائی اور نفع نقصان کا مالک حقتعالے ہے اُسکے حکم بدون کوئی دوست یا دشمن کچھ نہیں کرسکتا۔ اور لوگوں کے اندر جھوٹی بڑائی ہو جانے سے کچھ نفع نہیں بلکہ عقبے کا ضرر رہے۔

(چہارم) دنیوی زیب و زینت کے ساتھ شیخی کرنا جیسے باہر ایسے اچھے کپڑے رکھنا جو گھر میں نہیں پہنتا۔ اور اپنی کچھ چیز اور اسباب دن کو اور لوگون کے سامنے اٹھانے اور لانے لیجانے میں عار کرنا رات کو اور لوگوں کی نظر سے غائبانہ اٹھالانا

چوتھی فصل

تکبر کی شناخت اور علامتوں کے بیان میں

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے اس مرض کی خبر اور تشخیص نہیں ہوتی اپنے نفس کو اس سے بری جانتا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس مرض کی تشخیص کا طریقہ اور اسکی علامتیں بیان کیجاتی ہیں تاکہ کوئی طالب حق دھوکھے سے اس مہلک مرض میں مبتلا نہ رہے

(اول) علامت یہ ہے کہ لوگوں سے اپنی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے اور اپنے سامنے کھڑا رہنے کی خواہش اور آرزو رکھنا - اور اپنی تعظیم ہونے سے کچھ کراہت نہونا بلکہ دل میں سرور اور خوشی محسوس کرنا - البتہ اگر دل میں کراہت پاوے اور طبیعت اس تعظیم سے تنگ ہوتی ہو تو خیریت اور اس مرض سے سلامتی سمجھنی چاہیئے -

(دوسرے) کہیں باہر تنہا نہ جانا - بلکہ تابعین کو اپنے ساتھ بلکہ پیچھے لیکر نکلنا - یہ بھی تکبر کی علامت ہے -

جلوا اور شکوہ کے ساتھ چلنا حضرت سرورِ عالم (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ناپسند اور ناگوارِ خاطر شریف ہوتا تھا - حضرت ابوامامہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایکدن حضور صلعم جنت البقیع کو چلے - اصحاب پیچھے ہو لئے - آپ نے کھڑے ہوکر حکمدیا کہ اگاڑی ہو جاؤ اور آپ اصحاب کے پیچھے چلے - کسی نے حضور سے اسکا سبب پوچھا - فرمایا کہ میں نے تمہاری آہٹ سنی اور اپنے دل میں تکبر پیدا ہو جانے کا خوف کیا -

اللہ اکبر سید الاولین والآخرین - بعد از خدا بزرگ توئی کے سچے مصداق اور آپکا قلب مبارک کئی بار ملائکہ کے ہاتھوں صاف ہو کر اس میں نور بھرا گیا - آپ کا ہمزاد شیطان مسلمان کیا گیا - آپ تو اپنے قلب مبارک میں تکبر پیدا ہو جانے کا اندیشہ کریں - اور اصحاب کو اپنے سے اگاڑی چلاویں اور وا ے برحالِ ما اور افسوس ہمارے حال پر (امرا کا تو کیا ذکر) دو چار رسالے پڑھے ہوئے مولوی اور صرف صوفیانہ لباس کے مشائخ اور درویش خادموں کو پیچھے لئے بدون ایک قدم نہ اُٹھاویں - گویا کہ سست اور عام بیل ہیں کہ ہانکنے والے بدون چل ہی نہیں سکتے -

(تیسری) کسی کی ملاقات کو نہ جانا۔ اگرچہ اُس کی ملاقات سے خیر وبرکت ہی حاصل ہوتی ہو۔

(چوتھی) اپنی برابر یا چارپائی کے سرانے کسیکو نہ بٹھلانا اور کوئی بیٹھ جاوے تو بُرا ماننا۔

(پانچویں) علامت ہے کسی بیمار اور نادار سے نفرت کرنا اُسکو اپنی مجلس سے دور کر دینا۔

(چھٹی) اپنے ہاتھ سے کوئی کام نکرنا۔ اپنی کوئی چیز آپ اُٹھا کر نہ لانا۔

(ساتویں) موٹا اور سادہ یا گھٹیا اور پیوند لگا ہوا لباس نہ پہننا ایک حدیث میں ہے کہ پوشاک اور لباس میں سادگی رکھنا ایمان کی نشانی ہے

(آٹھویں) غریبوں کی دعوت میں نہ جانا امیروں اور شریفوں کی دعوتیں شوق سے اُڑانا۔

(نویں) بھائی برادروں اور رشتہ داروں اور یار دوستوں اور ملنے والوں کے کاربار کر دینے اور بازار سے اُن کا سودا سُلف لا دینے میں عار کرنا۔ اور خصوصاً چھوٹی چیزوں کے خرید لانے سے نفرت کرنا جیسے نمک تیل۔ ہلدی۔ مرچ۔ سالن۔ ترکاری۔ کنگھی۔ سوئی۔ وغیرہ۔

(دسویں) اپنے ہمعمروں اور ہمجنسوں کا اگاڑی ہو کر چلنا یا اُن کا اگاڑی یا اونچی جگہ پر بیٹھنا ناگوار خاطر ہونا۔ ایسا موقع پڑنے پر اُن سے جدا یا دور ہو جانا۔ ٹلجانا۔

(گیارھویں) اپنے ہم عمروں اور ہمعصروں کی بات امر حق میں ماننا مناظرہ میں مغلوب ہو کر بھی حق کو قبول نہ کرنا اور اپنی خطا اور غلطی کا مقر نہونا۔

یہ تمام تکبر کی علامتیں ہیں۔ پھر اگر مجمع اور تنہائی میں (ہر جگہ) برابر یہ عادتیں ہوں تو یہ مرض تکبر ہے۔ اور اگر صرف مجمع میں اور لوگوں کے روبرو ہی یہ عمل ہے اور تنہائی میں ایسا نہیں ہے تو یہ مرض تکبر نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا مرض ہے۔ جسکو ریا کہتے ہیں۔

تیسرا باب۔ تواضع کے بیان میں

تواضع تکبر کی ضد اور مقابل ہے۔ اسکے معنے ہیں۔ اپنے آپ کو دوسروں سے کم جاننا۔ فروتنی اور پستی اختیار کرنا۔ تواضع میں اوسط درجہ کی فروتنی اور پستی اختیار کرنا انسانکی نیک خصلتوں میں سے بہت بزرگ خصلت اور پسندیدہ خلق اور تعریف کے قابل عادت ہے۔ اور اعتدال کی حد سے بڑھکر پستی اختیار کرنا۔ اپنے آپ کو بہت زیادہ ذلیل بنا لینا تملق اور بیجا خوشامد اور کمینہ پن کہلاتا ہے۔ وہ نیک خلق اور پسندیدہ خصلت نہیں ہے بلکہ بلا اشد ضرورت حرام اور دل کے امراض میں سے ایک مرض ہے۔ جیسے کوئی عالم کسی موچی اور جاہل کی اسقدر تعظیم کرے کہ اسکے لئے اپنی جگہ سے اُٹھے اپنی جگہ بٹھلاوے اور آپ مودب ہوکر سامنے بیٹھے۔ یا باادب کھڑا رہے اور جب وہ جاہل چلے آپ بڑھکر اسکا جوتا سیدھا کرے۔ اور کچھ دور تک پیچھے پیچھے چلکر رخصت کرے۔ پس یہ اس عالم کا کمینہ پن ہے۔ عالم کو کسی جاہل کے ساتھ صرف اسقدر تواضع برتنی کافی ہے کہ خندہ پیشانی سے پیش آوے۔ نرمی کے ساتھ بات کرے۔ اُسکی بات کا نرمی سے جواب دے۔ اُسکے کام میں جہانتک ہوسکے کوشش کرے اپنے آپکو اس سے بہتر نہ جانے اُسکی حقارت نکرے۔ اُسکو کم رتبہ اور چھوٹا اور کمینہ نہ سمجھے۔ بہت کرے (وہ مہمان آدمی ہو) تو اٹھکر مل لیوے۔

مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے دلمیں اپنے آپکو جسقدر زیادہ ذلیل اور عاجز جانے سمجھے اور حقتعالےٰ کے سامنے اپنا عجز اور نیاز جہانتک زیادہ ظاہر کرسکے کرے

مگر مخلوق کے سامنے اپنے آپکو اپنے رتبے سے بہت زیادہ نہ گھٹاوے بلکہ کچھ تھوڑا ہی گھٹاوے۔ اور اپنے رتبے سے کسیقدر کمی اور پستی برتے۔ **بعضے** خاص ایسے بھی موقع ہیں کہ وہاں مخلوق کے سامنے بھی اپنے آپکو بہت زیادہ گھٹانا اچھا سمجھا گیا ہے۔ جیسے دین اور علم کی طلب میں۔ یعنی اپنے پیر مرشد اور عالم ربانی اور اُستاد اور ہم سبقوں کے روبرو۔ حضرت معاذ اور ابو امامہ (دو صحابی) مرفوعاً راوی ہیں کہ علم کی طلب کے سوا دوسری جگہ تملق اور بے جا خوشامد کرنا مؤمن کی خصلت نہیں ہے ناجائز پستی اور ذلت میں یہ امور بھی داخل ہیں (۱) ایکدن کا کھانا موجود ہوتے سوال کرنا۔ (۲) زیادہ ملنے کی امید پر کسیکو تھوڑا سا کچھ دینا جیسے شادی اور ختنہ وغیرہ میں نوتہ اور اہل میت کیلئے چندہ اور جنازہ کیلئے غلہ دینے کی رسم (۳) بے بلائے دعوت میں جانا (۴) بوجہ طمع بلا ضرورت حاکموں اور امیروں سے ملنا (۵) امیروں اور ظالموں کو جھک جھک کر سلام کرنا۔ دست بستہ سامنے کھڑا ہونا **بعضے** لوگوں نے گھر کے کام کرنا۔ گھر میں جھاڑ دینا کھانا پکانا بازار سے غلہ وغیرہ اور جنگل سے لکڑی اور گھانس اٹھا کر لانا۔ موٹا اور گاڑھا اور پھٹا پرانا پیوند لگا کپڑا پہننا۔ ننگے پاؤں چلنا۔ کھانا کھا کر انگلیاں اور برتن چاٹنا۔ دسترخوان اور بوریے پر گرے ہوئی کھانیکے ریزے اور ٹکڑے وغیرہ اٹھا کر کھانا غریب اور مسکین اور اہل حرفہ لوگوں کے پاس بیٹھنا اور اُنسے میل جول رکھنا۔ کسب اور حرفت مثل دکانداری مزدوری اور بالخصوص بکریاں اور مویشی چرانے اور کھیتی اور باغوں اور تعمیرات کے کاموں کی مزدوری وغیرہ وغیرہ مباح کاموں کو عیب سمجھا ہوا ہے۔ انکاموں کو نکرنا تکبر ہے اور کرنا تواضع۔ یہ سب کام انبیا اور اولیا نے کئے۔ اور انمیں سے اکثر کام حضرت سید المرسلین صلعم سے صادر ہوئے ہیں۔ جو شرف المحترفین میں ہمنے مفصل لکھے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص رضائے حق کیلئے تواضع کریگا اُسکو حقتعالے اونچا کریگا۔ + **خاتمہ** ۔ اس رسالہ کی تحریر سے کسیکی دل آزاری مقصود نہیں ہے محض موعظت مقصود ہے وکفیٰ باللہ شہیدا۔ رسالہ تمام ہوا یکم شعبان ۱۳۲۳ھ

(والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی ...

ع (فائدہ) دوسرے اور تیسرے باب کا مضمون طریقہ محمدیہ سے منتخب ہوا ہے ۔۱۲ منہ رحمہ

فہرست کتب مولفہ مولوی محمد ابراہیم صاحب کرنالی

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	تفریح الاخوان } در ثبوت اہلِ عرب بودن قوم راعیان	عہ
۲	دلائل شریعت و دین در فضائل حرفہ و محترفین مشتہر بہ شرف المحترفین	۱۰/
۳	ہر دو کتاب مذکورہ بالا	۶عہ/
۴	فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب } عورتوں کے پردہ میں افراط و تفریط کرنے کا رد	۲/
۵	شرف و شرافت	۲/
۶	چاروں کتاب مذکور	۹عہ/
۷	مجموعہ فتاوے و سوانح عمری } حضرت شیخ العلما مولانا حاجی حافظ قاری عبد الرحمن صاحب قدس سرہ العزیز پانی پتی۔ دو سو درخواست آنے پر طبع ہوگا	ابھی قیمت مقرر نہیں ہوئی

مشتہر بابا کتب مولوی محمد ابراہیم صاحب نمبر دار کرنال محلہ ارائیاں سے طلب کریں

غریب طلبہ کو سالم قیمت میں سے چوتھائی قیمت اور جو باہمت لوگ غریبوں کو تقسیم کرنے کے لئے دس جلد سے زیادہ خریدیں ان کو پانچواں حصہ قیمت معاف ہے